- ذخیرہ اندوزی پر ایک فقہی نظر
- کرنسی میں ذخیرہ اندوزی کا حکم
- حکومتی نرخ کا شرعی حکم
- حکومت کا ذخیرہ شدہ مال نیلام کرنا
- بوجہ ولایت عامہ کے ذخیرہ شدہ مال پر حکومت کی ملکیت
- بھوسہ میں عشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دور حاضر میں جب مہنگائی عروج پر ہے'انسانی ہمدردی کا فقدان ہے 'لوگ مال وزر بڑھانے کی خاطر ذخیرہ اندوزی (احتکار'اکتناز) کرنے میں مصروف ہیں۔ان حالات کے پیش نظر چند شرعی مسائل کی تحقیق مطلوب ہے :

1۔۔۔۔کیاانسانی خوراک (مثلا : آٹا 'دال 'چاول 'اور گھی وغیرہ) میں ذخیرہ اندوزی مکروہ 'حرام اور یااس کے علاوہ ہے ؟

2۔۔۔۔انسانی ضروریات زندگی (مثلا : کپڑے 'لکڑیاں 'گاڑیاں اور پٹرول وغیرہ) میں ذخیرہ اندوزی درست ہے ؟

3۔۔۔۔جانوروں کی خوراک (چارہ اور بھوسہ وغیرہ) میں ذخیرہ اندوزی کا کیا حکم ہے ؟

4۔۔۔۔آج کل لوگ پاکستانی کرنسی کی آتار چڑھاؤ کی وجہ سے ڈالر کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں 'جس کا کرنسی پر گہرا اثر پڑتاہے۔کیایہ بھی ذخیرہ اندوزی بھی شامل ہے ؟

5۔۔۔۔بسا اوقات حکومت ذخیرہ اندوزوں پر چھاپہ مارتی ہے اور برآمد شدہ سامان کا سرکاری نرخ کے مطابق نیلام کرتی ہے 'کیااس صورت میں حکومت کی مداخلت اور نیلام درست ہے ؟

6۔۔۔۔موجودہ دور میں حکومت چیزوں کی نرخ متعین کرتی ہے 'کیااس نرخ نامہ کی کوئی شرعی حیثیت ہے اور اگر کوئی اس پر عمل نہ کرے 'تو حاصل شدہ منافع کا کیا حکم ہے ؟

7۔۔۔۔کیاذخیرہ اندوزی کی کوئی مدت ہے 'کہ اگر اتنی مدت نہ گزری ہو 'توذخیرہ اندوزی درست ہے ؟

8۔۔۔۔آج کل بھوسہ مقصود سمجھ کر اس کی باقاعدہ خرید وفروخت ہوتی ہے 'اب پوچھنایہ ہے : کہ عشر صرف گندم میں ہے یا بھوسہ میں بھی عشر واجب ہے ؟

الجواب حامداومصلیا

انسان کی تخلیق میں دو قوتیں کارفرماہیں : روح اور مادہ۔جس قوت کا غلبہ ہو جائیں اس کی خصلتیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں 'وہ جب نیک اعمال کرتاہے 'اپنے رب کے احکام کو بجالاتاہے 'پیغمبر اسلام ﷺ کے بتائے ہوئے نقش قدم

پر چلتاہے ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقوں پر گامزن ہوتا ہے ،تو روحانی سکون ، دلی اطمینان اور بے چین زندگی بطور نعمت ملتی ہے ،انبیاء علیہم السلام کی یہ قوت انتہاپر ہوتی ہے ،اس لیے وحی الٰہی ،فیوضات ربانی اور فرشتوں کی ملاقات سے روح پرور اور شاداب ہوتے ہیں ،جب کہ بسااوقات نفوس قدسیہ کو بھی کشف ہو جاتاہے ،جس کا مطلب یہی لیاجاسکتاہے ،کہ روحانی فیوضات قبول کرنے سے مادہ اور آلائش مادہ حاجب نہیں بنتے ہیں۔

اس کے برعکس جب حیوانی قوت ، یامادہ کا غلبہ ہوتا ہے ،توانسان خواہشات کی پجاری ،احکام ربانی سے غافل اور نفسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتاہے ،وہ مال وزر کاہوس ،دنیاسے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگتاہے۔اور وہ صرف اس پر اکتفانہیں کرتا ہے ،بلکہ حیوانی خصلتیں ان کی زندگی میں سرایت کر جاتی ہیں ،جوں جوں حیوانی زندگی انتہاپر ہوتی توں توں آسمانی تعلیمات سے دور ہوتاہے اور پھر ظلم اور وحشت کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتا جاتاہے ۔

جیسے : حیوانوں کے مختلف طبقات ہیں : کچھ وہ جانور ہوتے ہیں جو محض نفع رساں ہیں۔مثلا : دنبہ اور بکری وغیرہ۔کچھ ایسے جانور ہیں جو نفع رساں تو نہیں ہیں ،البتہ نقصان بھی نہیں پہنچاتے ہیں۔مثلا : بلی وغیرہ۔کچھ ایسے جانور ہوتے ہیں ،جو محض ضرر رساں ہیں۔جیسے : سانپ اور بچھو وغیرہ۔

اسی طرح انسان جب حیوانیت کی سیڑھی میں قدم رکھنے لگتاہے ،توکسی نہ کسی درجہ میں وہ نسل انسانی کے ساتھ اپنارویہ اپناتاہے ،مگر جب وہ انتہائی ظالم ہوتاہے ،وہ چاہتاہے کہ دنیاپر میراراج قائم ہو ،مال وزر کے بٹورنے کے فکر میں لگ جاتاہے ،وحشت اور سفاکیت کی دیواروں کو پھلانگ کر جمع پونجی میں مصروف ہونے لگتاہے ،پھر یہ انسان حیوانوں سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاتاہے۔مال جمع کر کے دنیاپر راج اور جاگیرداری قائم کرنا چاہتاہے ،کہ ہم چوں دیگرے نیست۔۔۔۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم پیدافرمایاہے ،ہونا تو چاہیے تھاکہ رب لم یزل کے سامنے سربسجود ہوتا اور سرموانحراف نہ کرتا ،لیکن کچھ انسان اپنی حیثیت کھوچکا ہوتاہے ،تھان ،بت اور آگ کی پرستش معیار کامیابی قرار دیتاہے ،حالانکہ ہدایت کی تجدید نو کے لیے انبیا علیھم السلام انہیں بھولاہوا سبق یاد بھی دلاتے رہیں۔۔۔۔ ،لیکن یہی انسان (اولئک کالانعام بل ھم اضل۔۔۔)کا مصداق بنا۔

زیر نظر مقالہ میں احتکار اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق شرعی احکام و مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

احتکار اور اکتناز ذخیرہ اندوزی کو کہا جاتا ہے۔اللہ کے محبوب پیغمبر آقائے دوعالم،سرور کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

''بئس العبد المحتكران ارخص الله الاسعار حزن وان اغلاها فرح''۔او كماقال۔

وہ ذخیرہ اندوز براہے،جو سستے داموں پر غمگیں اور مہنگے داموں پر خوش ہوتا ہے۔

''الجالب مرزوق والمحتكر ملعون۔''اوكماقال۔

بازار میں چیزیں لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوز اللہ تعالیٰ کی رحمت دور کیا جاتا ہے۔

'' من احتكر على المسلمين أربعين يوما ضربه الله بالجذام والإفلاس ۔''اوكماقال۔

جو شخص مسلمانوں پر چالیس دن مال روکے گا،اللہ تعالیٰ اس کو کوڑھ اور تنگ دستی کے مرض میں مبتلا کرے گا۔

" وفي رواية: " فقد برئ من الله وبرئ الله منه " قال في الكفاية : أي خذله والخذلان ترك النصرة عند الحاجة ا هـ

ذخیرہ اندوز کو اللہ پاک رسوا کرے گا اور بوقت ضرورت اس کی دادرسی نہیں کرے گا۔

وفي أخرى: " فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔''

ذخیرہ اندوز پر اللہ تعالیٰ،فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی اور اس کا فرض اور نفل کوئی عبادت قبول نہ ہو گی۔

<u>مقالہ میں مذکور صورتوں کا حکم :</u>

ذخیرہ اندوزی کے متعلق فقہا کا قدر اختلاف ہے،امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ صرف انسانی غذا میں استعمال ہونے والی اشیا کی ذخیرہ اندوزی کی حرمت کے قائل ہیں،جب کہ امام ابو یوسفؒ ہر قسم کی ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی کی حرمت کے قائل ہے،خواہ اس کا تعلق انسانی غذا سے ہو،انسانی ضروریات زندگی سے ہو اور یا حیوانوں کا چارہ وغیرہ ہو۔اور اس میں فتوی طرفین کے قول پر دیا گیا ہے۔

'' والتقييد بقوت البشر قول أبي حنيفة ومحمد وعليه الفتوى كذا في الكافي ، وعن أبي يوسف كل ما أضر بالعامة حبسه ، فهو احتكار وعن محمد الاحتكار في الثياب ابن كمال .''

(ردالمحتار،فصل فی البیع)

''الاحتكار في أقوات الآدميين والبهائم ببلد يضر بأهله، وعند أبي يوسف في كل ما يضر احتكاره بالعامة ولو ذهبا أو فضة أو ثوبا.''

(ملتقی الابحر،فصل فی البیع،ج1،ص213)

''وقال أبو يوسف كل ما يضر العامة فهو احتكار بالأقوات كان أو ثيابا أو دراهم أو دنانير اعتبارا لحقيقة الضرر لأنه هو المؤثر في الكراهة وهما اعتبر(اعتبرا)الحبس المتعارف وهو الحاصل في الأقوات في المدة.''

(البحرالرائق،فصل فی البیع:ج8،ص 229)

اورذخیرہ اندوزی کی تعریف میں بھی اختلاف ہے'امام ابویوسفؒ کے نزدیک بغیرکسی شرط کے غذائی قلّت 'یاکسی بھی ضروریات زندگی کی قلّت اورمہنگائی کے وقت احتکارناجائزہے'جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اپنی زمین کا غلہ ذخیرہ کرنادرست ہےاسی طرح ایسی جگہ سے غذائی موادخریدکرذخیرہ کرنابھی درست ہے'جہاں عام طوروہاں کے رہائشی سوداسلف نہیں خریدتے ہیں۔

''ولو اشترى طعاما في غير المصر ونقله إلى المصر وحبسه قال الإمام لا بأس به لأن حق العامة إنما يتعلق بما جمع من المصر أو جلب من فنائه وقال الثاني بكره(يكره) وقال محمد كل بقعة يمتد منها إلى المصر في العادة فهي بمنزلة فناء المصر يحرم الاحتكار منه وهذا في غاية الاحتياط ا هـ
قال رحمه الله (لا غلة ضيعته وما جلبه من بلد آخر) يعني لا يكره احتكار غلة أرضه وما جلبه من بلد آخر لأنه خالص حقه فلم يتعلق به حق العامة فلا يكون احتكارا ألا ترى أن له أن لا يزرع ولا يجلب فكذا له أن لا يبيع-----''

(البحرالرائق،فصل فی البیع:ج8،ص 229)

اختلاف ائمہ کومدنظررکھ کردورحاضرمیں امام ابویوسفؒ کے قول پرفتوی دینابہترہے'کہ ہرچیزمیں ذخیرہ اندوزی حرام ہے'چاہےاس کا تعلق انسانی خوراک سے ہو'یاانسانی ضروریات زندگی سے متعلق ہواوریاحیوانوں کی ضروریات زندگی سے تعلق رکھتی ہوں۔اورچاہے وہ کسی بھی جگہ سے درآمدکیاہو'بشرطیکہ وہاں کے باسی ضروریات زندگی کی قلّت کے شکارہواورمہنگائی عروج پرہو۔

اوراگرغذائی قلّت نہ ہو'مگرکوئی شخص صرف اس لیے ذخیرہ اندوزی کرتاہے'کہ چیزمہنگی ہونے کی صورت میں فروخت کروں گا'تب بھی درستگی نیت نہ ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

''بئس العبد المحتکران ارخص اللّٰہ الاسعار حزن وان اغلاھا فرح''۔اوکماقال۔

وہ ذخیرہ اندوزبراہے'جوسستے داموں پرغمگیں اورمہنگے داموں پرخوش ہوتاہے۔

(کذافی نجم الفتاوی: ج۸'ص۵۷۹)

یادرہے:

ذخیرہ اندوزی کے مکروہ یا حرام ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ اس کا منافع سود یا شراب کی طرح حرام ہے، بلکہ یہ فعل اور عمل حرام ہے، البتہ اگر ایسی قیمت سے فروخت کی، جو مارکیٹ میں کسی کا نرخ نہ ہو، تو پھر یہ دھوکہ اور غبن فاحش ہے۔اس پر غبن فاحش کے احکام جاری ہوں گے۔کہ دھوکہ دہی ثابت ہونے پر خریدار بیع فسخ کر سکتا ہے۔

(تبیین الحقائق: ج۴، ص۴۳۶)

''ان لایدخل تحت تقویم المقومین۔''

(الشامیة)

''الثمن المسمی ہوالذی یسمیه ویعنیه العاقدان وقت البیع بالتراضی سواء کان مطابقا لقیمته الحقیقة او ناقصا اوزائدا علیها۔''

(شرح المجلة رستم، ج۱،ص ۷۳،المادة:۱۰۳)

''والفاصل بین القلیل والکثیر ان کانت زیادة تدخل تحت تقویم المقومین فهی قلیلة ،ومالا تدخل تحت تقویهم فهی کثیرة۔''

(بدائع الصنائع،فصل فی بیان حکم التوکیل، ج۷،ص ۴۴۶)

تفصیل کے لیے: خیار مغبون کی تحقیق۔

ذخیرہ اندوزی کے دوران کسی چیز پر زیادہ نفع لینا مکروہ تحریمی ہے۔

(نجم الفتاوی: ج۸، کتاب البیوع، ص۵۸۱)

امام ابو یوسفؒ کے فتوی کی ترجیحات:

- ✓ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا فتوی اپنے زمانہ کے عرف مبنی ہے۔

''وقال أبو يوسف كل ما يضر العامة فهو احتكار بالأقوات كان أو ثيابا أو دراهم أو دنانير اعتبارا لحقيقة الضرر لأنه هو المؤثر في الكراهة وهما اعتبر(اعتبرا) الحبس المتعارف وهو الحاصل في الأقوات في المدة فإذا قصرت لا يكون احتكارا لعدم الضرر إذا طالت يكون مكروها ۔۔۔''

(البحر الرائق،فصل فی البیع:ج8،ص 229)

- ✓ ائمہ ثلاثہ میں سے امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی مطلقا احتکار کی ممانعت کے قائل ہیں۔

- ✓ احادیث میں مطلق احتکار کا بھی ذکر ہے اور بعام کی قید بھی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے 'کہ ذخیرہ اندوزی حرام ہے جس سے لوگ فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جائیں اور یا چیزوں کی قلّت سے مہنگائی پیدا ہو جائیں ۔ خواہ وہ غذا کی صورت میں ہو اور یا عام ضروریات زندگی ہوں۔
- ✓ آج کل جدید فتاوی میں تقریبا معاشی زبوں حالی اور ذخیرہ اندوزی سے پیدا ہونے والی مشکلات اور مصیبتوں کے دوران مطلق احتکار کی ممانعت کا فتوی دیا گیا ہے۔
- ✓ ادخار اور احتکار کے درمیان فرق بیان کرنے کے متعلق الموسوعۃ میں درج ہے :

اپنی جان اور عیال کے لیے جمع شدہ خوراک ادخار ہے 'جب کہ کاروبار کے لیے جمع شدہ خوراک احتکار ہے۔اور اگر ذخیرہ شدہ سامان کی وجہ سے مہنگائی بڑھتی ہوں اور ضروریات کی قلّت کی وجہ سے لوگ پریشان ہو 'تو ذخیرہ اندوزوں کو سامان فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

''علی ان الحطاب نقل عن النووی اجماع العلمائ علی انہ ان کان عند انسان (ای مایحتاجہ الناس) او اضطر الناس الیہ ،ولم یجدوا غیرہ اجبر علی بیعہ دفعا للضرر عن الناس ۔وھو مایتفق مع قاعدۃ:

(یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام) ''

(ج۲،ص ۳۵۰)

اخراجات المدخرات وقت الضرورۃ :

یتفق الفقھائ علی ان من ادخر شیئا من الاقوات الضروریۃ لنفسہ او لعیالہ واضطر الیہ احد غیرہ کان علیہ بذلہ لہ ان لم یکن محتاجا الیہ حالا ؛لان الضرر لایزال بالضرر۔

(مذکورہ بالاماخذ)

✓ **غیر غذائی مواد کے متعلق :**

ادخار غیرالاقوات :

والکراع والسلاح ونحو ذلک فانہ غیرضروری فی اوقات السلم ،ولکنہ یصبح ضروریا ایام الحرب ،وعلی الدولۃ بذلہ للمحتاج حین اضطرارہ الیہ ۔

(مذکورہ بالاماخذ:ص ۳۵۱)

✓ **فتح الملھم کی عبارت :**

''والذی یبدو لھذا العبد الضعیف ان حرمۃ احتکارالطعام ثابتۃ بالحدیث من غیرشک ،فکان امرتشریعیامعمولابہ الی الابد؛لان حاجۃ الناس الی الطعام اکثرمنھاالی غیرہ۔اما احتکارالاشیائ الاخری فیفوض الی رای الحاکم ،فان رأی فی احتکارھاضرراشدیدا نظیرالضررفی الطعام والأجازہ۔''

(فتح الملھم :ج۱،ص۶۵۷،ماخوذ ازنجم الفتاوی:ج۸،ص۵۸۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں 1،2،3 کا جواب یہی ہوگا‘کہ جب حقیقی طور پر معاشی زبوں حالی ہو‘فقر و فاقہ زیادہ ہو‘آئے روز مہنگائی اور لوگ ہر قسم کی ضروریات زندگی سے محروم ہوں اور یہ سب کچھ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ہو‘تو پھر احتکار اور اکتناز حرام ہے۔

4....کرنسی میں احتکار:

کرنسی میں عام طور مہنگائی دو طرح ہوتی ہے:

ایک یہ ہے کہ عالمی منڈی میں طلب و رسد کی بنیاد پر کرنسی کا اتار چڑھاؤ ہو اور وہ مہنگائی درآمدات اور برآمدات کی کمی کی وجہ سے ہو‘تو پھر ڈالر کی ذخیرہ اندوزی درست ہے اور اگر ملکی معیشت ڈالر کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے کمزور ہو رہی ہوں ‘اور ڈالر اسٹاک کی وجہ سے کرنسی کی قیمت میں اضافہ ہو رہا ہو‘تو پھر احتکار درست نہیں ہے۔

’’الاحتكار في أقوات الآدميين والبهائم ببلد يضر بأهله، وعند أبي يوسف في كل ما يضر احتكاره بالعامة ولو ذهبا أو فضة أو ثوبا. ----‘‘

(ملتقی الابحر،فصل فی البیع،ج1،ص213)

نوٹ: اسی طرح فتوی دارالافتاء الاخلاص‘کراچی سے بھی شائع ہوا ہے۔

5....ذخیرہ اندوزوں پر حکومت کا چھاپہ:

حکومت انہیں تنبیہ کرے کہ وہ اپنی ضرورت کے علاوہ چیزیں فروخت کریں‘بصورت دیگر تعزیری سزا دیدے۔اور اگر فقر و فاقہ کی شدت ہو اور تقسیم غلہ ناگزیر ہو‘تو حاکم وقت ذخیرہ اندوزوں سے غلہ ضبط کریں اور حاجت مند لوگوں میں تقسیم کریں اور فراوانی کی صورت میں مالکان کو اپنا غلہ واپس دیدیں۔

’’وإذا وقع الضرر بأهل البلد واضطروا إلى الطعام ورفعوا أمرهم إلى القاضي أمر المحتكر أن يبيع ما فضل عن قوته وقوت أهله على اعتبار السعة في ذلك وينهاه عن الاحتكار فإن رفع إليه مرة أخرى حبسه وعزره على ما يرى زجرا له ودفعا للضرر عن الناس قال محمد أجبر المحتكرين على بيع ما احتكروا ولا أسعر وأقول لهم بيعوا كما يبيع الناس وبزيادة يتغابن في مثلها ولا أقول لهم بيعوا بأكثر منها وإذا خاف الإمام على أهل البلد الهلاك أخذ الطعام من المحتكرين وفرقه عليهم فإذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر إنما هو للضرورة من اضطر إلى مال غيره وخاف الهلاك جاز له تناوله بغير رضاه----‘‘

(الجوهر النیرة،لاینبغی للسلطان ان یسعر علی الناسِ،ج 6ص177)

6....سرکاری نرخ پر عمل دارآمد کا شرعی حکم:

معاشی فروغ اور تجارتی لین دین میں حکومت کی طرف سے نرخ مقرر کرنا درست نہیں ہے‘تاکہ ہر ایک آزادانہ طور کاروبار کرسکے۔البتہ بسا اوقات لوگ حکومت کی عدم مداخلت سے اجارہ داری قائم کرنے لگتے ہیں‘چند سرمایہ دار

مل کر چیزوں کی قیمتیں بڑھادیتے ہیں ،جس کا اثر پورے ملک پر پڑتا ہے ،یعنی امیر امیر تر ہورہے ہیں اور غریب غریب تر ہورہے ہیں ،تو اس وقت حکومت کی مقرر کردہ نرخ درست ہے ۔اور حکومت کے ہر مباح قانون پر عمل واجب ہے ،جو مفاد عامہ کی خاطر بنائے جاتے ہیں۔

''وأما لا يسعر لما روي أن السعر قد غلا بالمدينة فطلب من النبي عليه السلام أن يسعر فأبى وقال: «إن الله تعالى هو المسعر القابض الباسط الرازق»، وفي حديث الحر قال: «الله تعالى يخفض ويرفع وإني لأرجو أن ألقى الله تعالى وليس لأحد منكم عندي مظلمة»؛ ولأن الثمن حق البائع؛ لأنه يقابل ملكه، فيكون التقدير إليه إلا إذا أغلى فيه بأن يريد أن يبيع قفيزاً منه بمئة والناس يشترون منه بخمسين، فيمنع البائع عنه دفعاً للضرر عن الناس.''

(المحیط البرھانی)

''ولا ينبغي للسلطان أن يسعر على الناس إلا أن يتعدى أرباب الطعام تعدياً فاحشاً في القيمة فلا بأس بذلك بمشورة أهل الخبرة به.....''

(الاختیارلتعلیل المختار:فصل فی الکسب ج1،ص 49)

''قوله (ولا ينبغي للسلطان أن يسعر على الناس) لما روي أن { السعر غلا في المدينة فقالوا يا رسول الله لو سعرت فقال إن الله تعالى هو المسعر القابض الباسط الرازق } ولأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره فلا ينبغي للإمام أن يتعرض لحقه إلا إذا تعلق به دفع ضرر العامة وإذا وقع الضرر بأهل البلد واضطروا إلى الطعام ورفعوا أمرهم إلى القاضي أمر المحتكر أن يبيع ما فضل عن قوته وقوت أهله على اعتبار السعة في ذلك وينهاه عن الاحتكار فإن رفع إليه مرة أخرى حبسه وعزره على ما يرى زجرا له ودفعا للضرر عن الناس قال محمد أجبر المحتكرين على بيع ما احتكروا ولا أسعر وأقول لهم بيعوا كما يبيع الناس وبزيادة يتغابن في مثلها ولا أقول لهم بيعوا بأكثر منها وإذا خاف الإمام على أهل البلد الهلاك أخذ الطعام من المحتكرين وفرقه عليهم فإذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر إنما هو للضرورة من اضطر إلى مال غيره وخاف الهلاك جاز له تناوله بغير رضاه.....''

(الجوھرالنیرۃ،لاینبغی للسلطان ان یسعر علی الناسِ،ج 6ص177)

7....حکومت کاذخیرہ اندوزوں پر چھاپہ اورمال کی نیلامی :

حکومت پہلے اطلاعی نوٹس جاری کریں کہ ذخیرہ اندوز بازار میں سامان فروخت کریں ،بصورت دیگر تعزیری سزادیدیں ،لیکن اگر کوئی تدبیر کار گرنہ ہوئی ،توپھرمال ضبط کریں ،البتہ اصل مالکان کی ضمان آدائیگی کے متعلق قدرے تفصیل ہے :

- اگرمالکان بخوشی مال چھوڑدے ،توحکومت کی ملک شمار ہوگی اوروہ اپنی مرضی سے تقسیم یافروخت کرسکتی ہےاورفروخت ہونے کی صورت میں رقم بیت المال میں جمع کرے۔
- اگرمالکان قیمت وصول کریں ،تب بھی حکومت کی ملک ہوگی اوروہ اپنی مرضی کے مطابق تقسیم یافروخت کرے۔

- مالکان غائب ہیں 'اطلاع پانے کے باوجود بھی سراغ نہ مل سکا 'تب بھی حکومت بوجہ لقطہ کے فروخت یا تقسیم کرے۔ اور ملازمین کو بطور انعام بھی دے سکتی ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق والی یا حاکم لقطہ مال بوجہ ولایت عامہ کے غنی اور فقیر دونوں کو دے سکتا ہے اور شوافع کے ہاں بغیر کسی قید کے غریب اور امیر دونوں لقطہ سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔
- اور اگر مالکان موجود ہیں 'لیکن حکومت اجازت لیے بغیر 'یا قیمت دیے بغیر تقسیم 'یا فروخت کریں 'تو یہ صورت بوجہ ملکیت نہ ہونے کے درست نہیں ہے۔ (جب کہ بعض مفتیان کرام نے بوجہ تعزیر مالی کے جواز کا فتوی دیا ہیں۔)

علامہ شامیؒ کی عبارت :

"ولیس للامام ان یخرج شیئا من یداحدالابحق ثابت معروف۔۔۔"

(مطلب : القول لذی الید ان الارض ملکہ۔۔۔ج ۴ 'ص ۱۸۰ط : سعید)

حکومت ضبط کردہ مال کی مالک نہیں ہوتا ہے۔

تفصیل کے لیے : (فتاوی حقانیہ : ج ۶ 'ص ۷۷ط : دارالعلوم حقانیہ)

واضح رہے :

بسا اوقات حکومت سزا کے طور پر چھاپہ مار کاروائی کرتی ہے اور ضبط شدہ مال مالکان کی اجازت کے بغیر تقسیم یا فروخت کرتی ہے اور وجہ سزا بتاتی ہے تاکہ دوسرے بھی اس سے عبرت حاصل کریں اور یہ حکومت کے لیے اس لیے ضروری ہو کہ اگر مالکان کو عوض ملے وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب کریں گے 'اس مصلحت کی وجہ سے علمانے حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہے 'کہ حکومت مال ضبط کریں اور مصلحت کی حد تک اپنے پاس رکھیں اور مالکان کے پھر بھی نہ سدھرنے سے لوگوں میں تقسیم کریں۔

زیر نظر سوال میں بڑھتی مہنگائی 'عوام پر بے جا بوجھ ڈالنے 'چند اجارہ داروں کی وجہ سے مصنوعی غذائی قلّت اور حکومت کے بار بار تنبیہ کے باوجود بھی ذخیرہ اندوزوں کا مال منڈی اور مارکیٹ میں نہ لانے پر تعزیر مالی کے جواز کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

تعزیر مالی فقہا کی زبانی :

تعزیر مالی (مالی جرمانہ) کے متعلق حضرات فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں کافی تفصیلی بحث کی ہیں، ان تمام تفصیلات اور بحثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرات طرفین کے نزدیک مالی جرمانہ سرے سے جائز نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے

نزدیک حاکم وقت کے لئے تعزیر مالی کو جاری کرنا جائز ودرست ہے۔اور ساتھ میں یہ بات واضح رہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک تعزیر مالی کا جواز مطلقاً ہر جگہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ جہاں پر ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو مصلحت سمجھے گی وہاں پر جاری کرے گی۔اور فقہاء نے حضرات طرفین کے نزدیک عدم جواز کی جو بات نقل فرمائی ہے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تعزیر مالی شروع اسلام میں جائز تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے، لیکن فقہ السنہ کے اندر منسوخ ہونے کی بات کی تردید کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ مالی جرمانہ شروع اسلام میں جائز تھا بعد میں منسوخ ہوچکا ہے، ان لوگوں کے پاس منسوخ ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ دعویٰ بلا دلیل کے ہے؛اس لئے یہ حکم آج بھی بدستور باقی ہے؛ لہٰذا جہاں ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو جاری کرنا مصلحت سمجھے گی وہاں آج بھی تعزیر مالی (مالی جرمانہ) جاری کرنے کی گنجائش ہے۔

اور اگر وقتی طور پر کچھ مال ضبط کرکے رکھ لیں اور بعد میں جب وہ اپنے جرم سے تائب ہوجائے تو اسے واپس کردیں، تو ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے اور تائب نہ ہونے کی صورت میں امام ابویوسفؒ کے قول کے مطابق متاثر کے حوالہ کرنے کی گنجائش ہے۔اب فقہاء کے جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

''فقہ السنہ''

"ومن قال: إن العقوبة المالية منسوخة فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا، وليس يسهل دعوى نسخها والمدعوون للنسخ ليس معهم سنة، ولا إجماع يصح دعواهم۔ "

(فقہ السنة ٢/ ٥٣٥)

"وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ الأموال جائز للإمام۔

(تبيين الحقائق قديم مكتبہ إمداديہ ملتان ٣/ ٢٠٨، جديد زكريا ٣/ ٦٣٤)

وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ المال جائز للإمام، وعندهما والشافعي ومالک وأحمد لا يجوز بأخذ المال، وما في الخلاصة: سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي ذلک أو الوالي جاز، ومن جملة ذلک رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلک من المشايخ لقول أبي يوسف۔"

(حاشية چلپی على الزيلعي، قديم ٣/ ٢٠٨، جديد زكريا ٣/ ٦٣٤)

"الأصل في مذهب أبي حنيفة أن التعزير بأخذ المال غير جائز، فأبو حنيفةومحمد لا يجيزانہ، بل إن محمدا لم يذكره في كتاب من كتبہ، أماأبويوسف فقد روى عنہ أن التعزير بأخذ المال من الجاني جائز إن رؤية فيہ مصلحة۔"

(الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢/ ٢٧٠)

"يجوز تعزيره بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلك من المشايخ كقول أبي يوسف، وقال التمرتاشي:يجوز التعزير الذي يجب حقا الله تعاليلكل أحد بعلة النيابة عن الله تعالى۔"

(فتح القدير، زكريا ۵/ ۳۳۰)

"درمختار مع الشامی" میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، کافی تفصیل موجود ہے، اس میں سے تھوڑی سی عبارت اقتباس کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

"لا بأخذ المال في المذهب (بحر) وفيہ عن البزازية وقيل: يجوز ومعناه أن يمسكہ مدة لينزجر ثم يعيده لہ، فإن أيس من توبتہ صرفہ إلى مايرى، وفي المجتبى: أنہ كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ، وتحتہ في الشامية: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندہماوباقی الأئمة لا يجوز۔"

(درمختار مع الشامي، زكريا ۶/۱۰۵-۱۰۶، کراچی ۴/ ۶۱)

"بزازیہ" میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

"والتعزير بأخذ المال إن المصلحة فيه جائزة قال مولانا خاتمة المجتهدين مولانا ركن الدين أبو يحيى الخوارزميؒ: معناه أن نأخذ ماله ونودعه، فإذا تاب نرده عليه كما عرف في خيول البغاة وسلاحهم، وصوبه الإمام ظهير الدين التمرتاشي الخوارزمي، قالوا: ومن جملته من لا يحضر الجماعة يجوزتعزيره بأخذ المال۔"

(البزازية على الهندية ٦/ ٤٢٧، زكريا جديد ٣/٢٥١)

7....ذخیرہ اندوزی کی مدت:

ذخیرہ اندوزی کی مدت احادیث میں چالیس دن ہے، تاہم شراح کے مطابق یہ قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے، عموما چالیس دن سے کم مدت میں اہل علاقہ غذائی قلّت کے شکار نہیں ہوتے ہیں، لیکن اگر چالیس دن سے کم مدت میں لوگفقر وفاقہ، غذائی قلّت، ضروریات زندگی سے محروم ہوں اور مہنگائی کا خطرہ ہو، تو پھر بغیر کسی مقررہ مدت کے ذخیرہ اندوزی درست نہیں ہے۔

(من احتكر طعاما على أمتي أربعين يوما) قال الطيبي : لم يرد بأربعين التحديد بل مراده أن يجعل الاحتكار حرفة يقصد بها نفع نفسه وضر غيره بدليل قوله في الخبر المار يريد به الغلاء وأقل ما يتمون المرء في هذه الحرفة هذه المدة (وتصدق به لم يقبل منه) يعني لم يكن كفارة لإثم الاحتكار ، والقصد به المبالغة في الزجر فحسب

(فيض القدير، ج6،ص 46)

8.... بھوسہ میں عشر:

بھوسہ میں عشر واجب نہیں ہے۔

واضح رہے :

دور حاضر میں بھوسہ با قاعدہ مقصود سمجھا جاتا ہے اور بسااوقات اس کی قیمت گندم کی قیت کے برابر ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی اس میں عشر واجب نہ ہوگا۔کیونکہ عشر کا تعلق قیمت سے نہیں ہے ،بلکہ زمین سے حاصل شدہ پیداوار سے ہے۔اور وہ بھی اس وقت جو ضمناً نہ ہو،جب کہ بھوسہ گندم کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے۔البتہ تجارت کے لیے بھوسہ رکھا ہو،توسال گزرنے پر اس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔اوراگر باغ ہی میں ایندھن کی لکڑیاں حاصل ہونے والے درخت اگائے جائے ،یا بانس کے درخت اگائے جائے ،تو پھر انہی درختوں پر عشر واجب ہوگا ،جب کہ بھوسہ اس طرح نہیں ہے ،کیونکہ اس کا باقاعدہ کاشت نہیں ہوتا ہے ،وہ گندم کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے۔

”ویجب العشر عندابی حنیفة رحمه اللّٰه فی کل ما تخرجه الارض من الحنطة والشعیر۔۔۔“

(الفتاوی الھندیة،ج۱،ص ۲۰۴)

”واما قصب السکر وقصب الذرة ففیھما العشر ;لانه یقصدبھما استغلال الارض بخلاف السعف والتبن ;لان المقصود الحب والتمردونھما۔“

(الھدایة،ج ۱،ص ۱۸۴،ط:امیرحمزه کتب خانه)

(کذا فی فتاوی حقانیه،باب العشر)

”(الافیھما)لایقصدبه استغلال الارض (نحو حطب وقصب)فارسی (وحشیش)وتبن وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن ۔

قوله:الافیماالایقصد۔۔۔اشار الی ان ماقتصر علیه المصنف کالکنزوغیره لیس المراد به ذاته بل لکونه من جنس مالایقصد به استغلال الارض غالبا وان المدار علی القصد حتی لو قصد به ذلک وجب العشر کماصرح بعده۔“

(کتاب الزکاۃ، باب العشر ،ج ۲،ص ۳۲۷،ط : سعید)

والله اعلم بالصواب۔

السیدکلیم الله الحرمزئی۔